در کفِ جامِ شریعت، در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۶۷ جلد نمبر ۱۴

یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمبر

شذرہ

خلیفۂ اوّل حضرت امیر المؤمنین صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدیرِ اعلیٰ

پیارے محبوب، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت از روئے قرآن و حدیث مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکمیل تبھی ممکن ہے جب سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام ذواتِ مقدسہ (امہات المومنین، اہل بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ بھی عقیدت و محبت رکھی جائے اور ان کی تعظیم و تکریم بجالانے کا بھی پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ حضرات صحابۂ کرام کے متعلق ایک مشہور و معروف فرمانِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "میرے صحابۂ کرام ستاروں کی مانند ہیں"۔

اور یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ حضرت امیر المومنین خلیفۂ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ بابرکات ان ستاروں (صحابۂ کرام) میں چاند کی مانند ہے جس نے آفتاب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اکتساب فیض کرتے ہوئے اس قدر کمال و عروج حاصل کیا کہ آفتابِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد اسی مہتاب نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو منور کرتے ہوئے بروقت ان کی رہنمائی فرمائی۔ اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد اور سجاح کی جھوٹی نبوتوں کا پردہ چاک کیا۔ منکرینِ زکوٰۃ کی گمراہیوں اور فتنۂ ارتداد کی ابر آلودگیوں سے جزیرۂ عرب کے مطلع کو صاف کیا، عرب و عجم کی ظلمتوں میں آفتابِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت پھیلانے کا مقدس فریضہ انجام دیا۔

الحسن کا یہ خصوصی شمارہ آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جس میں عزیزم سید محمد انور شاہ قادری بخاری (ایم اے) نے نہایت عرق ریزی سے آپ کے حالاتِ زندگی، خدمات، فتوحات، فضائل و محامد اور اخلاق و عادات پر قرآن و حدیث، تاریخ و سیَر اور سوانح کی مستند اور معتبر کتب سے باقاعدہ حوالہ جات کے ساتھ معلومات جمع کی ہیں جو قارئین کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارا قلب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور عقیدت سے مزین ہو جائے --- آمین ---

امیر المومنین سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیّد محمد انور شاہ قادری

حالات و خدمات

پیکرِ صدق و صفا، امامِ زہاد و اتقیاء، مزاج شناسِ نبوت، محرمِ اسرارِ رسالت، خلیفۂ اوّل امیر المومنین حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلمِ کائنات، امام الانبیاء جناب محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور فیضان کرم کا وہ عظیم شاہکار ہیں جن کا ثانی امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی تمام حیاتِ طیبہ پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی الفت و محبت اور اطاعت و فرماں برداری کا بہترین نمونہ ہے۔ یہاں تک کہ آخری آرام گاہ بھی سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں نصیب ہوئی۔ اس افضل ترین ہستی کے حالات زندگی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے قلوب میں بھی ایسے ہی عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شمع فروزاں فرمادے۔ آمین۔

خاندانی پس منظر

آپ خاندان "بنو تیم" سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں "مرہ" پر جا کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یوں مل جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق بن ابو قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ[۱]۔ خون بہا اور دیتیں اکٹھی کرنا قبیلہ بنو تیم کے فرائض میں شامل تھا[۲]۔ شجاعت، سخاوت، مروت، بہادری اور ہمسایوں کی حمایت و حفاظت کی صفات دیگر عرب قبائل کی طرح بنو تیم میں بھی پائی جاتی تھیں[۳]۔

ولادت

عام الفیل سے تین برس[۴] اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دو سال اور چند ماہ بعد مکہ مکرمہ میں ابو قحافہ عثمان کے ہاں ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے[۵]۔

۱: محمد حسین ہیکل، ابوبکر صدیق، مکتبہ جدید لاہور، صفحہ ۳۳

۲: ایضاً صفحہ ۳۳۔ ۴: ایضاً

۳: تاریخ ابن خلدون، اردو ترجمہ حکیم احمد حسین، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۶ء، جلد ۱ صفحہ ۷۷۔

۵: سیرت صدیق مکمل از غلام دستگیر ہاشمی، ستار بک ڈپو لاہور صفحہ ۲۱۵۔

نام و لقب اور کنیت

والدین نے عبدالکعبہ نام رکھا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھ دیا [1]۔ عتیق اور صدیق آپ کے مشہور القابات ہیں۔ عتیق کے معنی ہیں آتشِ دوزخ سے آزاد [2] جبکہ صدیق کے معنی ہیں سچ بولنے والا۔ معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ثبوت میں کفارِ مکہ کو جواب کی وجہ سے آپ اس لقب سے مشہور ہوئے [3]۔ یہ دونوں القاب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ نبوت سے عطا ہوئے۔ آپ اپنی کنیت ابوبکر سے زیادہ یاد کئے جاتے ہیں۔ مؤرخین نے اس کنیت سے مشہور ہونے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ "بکر"۔۔۔۔ عربی میں جوان اونٹ کو کہتے ہیں چونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونٹوں کی غور و پرداخت سے بہت دلچسپی تھی اور ان کے علاج معالجے میں بہت واقفیت رکھتے تھے اس لئے لوگوں نے انہیں ابوبکر کہنا شروع کر دیا جس کے معنی ہیں اونٹوں کے باپ [4]۔ لیکن مؤرخین کا ایک دوسرا طبقہ اور حضراتِ علماءِ اسلام "بکر" کے لغوی معنی اولیت، آغاز اور پیش قدمی کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کنیت ابوبکر اس لئے پڑی کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے [5]۔

مشاغل قبل از اسلام

قریش کی ساری قوم تجارت پیشہ تھی اور اس کا ہر فرد یہی شغل اختیار کرتا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جوان ہو کر کپڑے کی تجارت شروع کی جس میں انہیں غیر معمولی فروغ نصیب ہوا اور آپ بہت جلد مکہ مکرمہ کے نہایت کامیاب تاجروں میں شمار ہونے لگے۔ اس کامیابی میں آپ کی جاذبِ نظر شخصیت اور اخلاقِ حسنہ کا بھی بڑا خاصا دخل تھا [6]۔

آپ گذشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں خون بہا اور دیتیں اکٹھا کرنا بنو تیم کا کام تھا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان ہوئے تو یہ خدمت ان کے سپرد کی گئی۔ خون بہا اور دیتوں کے تمام مقدمات آپ کے سامنے پیش ہوتے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فیصلہ فرماتے تھے اسے قریش منظور کر لیتے لیکن آپ کے سوا کسی اور کا فیصلہ قریش تسلیم نہیں کرتے تھے [7]۔

آپ عہد جاہلیت میں بھی بہترین اخلاق کے مالک، رحم دل اور نرم خو تھے، ہوش و خرد، عاقبت

1: محمد حسین ہیکل، محولہ بالا صفحہ ۷۷۔

2: رواہ الترمذی

3: سیوطی جلال الدین، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ اقبال الدین احمد نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۰۔

4: محمد حسین ہیکل، محولہ بالا حاشیہ نمبر ۳۵۔

5: ایضاً صفحہ ۳۵۔ 6: ایضاً صفحہ ۳۶ 7: ایضاً صفحہ ۳۲

اندیش، شرافت و صداقت، امانت و دیانت اور بلندئ فکر و نظر کے لحاظ سے مکہ کے بہت کم لوگ آپ کے ہم پلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قلبِ سلیم عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش مکہ کے گمراہ کن اعتقادات اور رسوم و عادات سے بالکل الگ رہتے تھے۔ تمام لوگ آپ کے اعلیٰ اخلاق اور عمدہ برتاؤ کے معترف تھے اور انہیں فضائل کے باعث آپ بے حد محبت کرتے تھے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ تعالیٰ علیہا سے نکاح کے بعد انہی کے گھر منتقل ہو گئے اور تجارتی کاروبار کی بھی نگرانی فرمانے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی دیگر بڑے بڑے تاجر اور متمول حضرات اس محلے میں رہائش پزیر تھے جن کی تجارت یمن و شام تک پھیلی ہوئی تھا۔ ایک ہی محلے میں سکونت پذیر ہونے کے علاوہ ہم پیشہ و ہم عمر اور ذہنی و قلبی ہم آہنگی نے دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے اور دوستی کو پروان چڑھانے میں بہت مدد دی۔[2]

قبول اسلام:

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر سے باہر سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی جس پر آپ نے کسی قسم کے شک وشبے کا اظہار نہیں کیا اور ایک لمحے کے توقف کے بغیر ایمان لے آئے اور آپ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی الفت و محبت میں عزم و استقلال کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر رہتی دنیا تک پیش نہ کی جا سکے گی۔[3]

عشرہ مبشرہ میں سے آپ کی کوششوں سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے حضرات:

آپ اہلِ مکہ میں بڑے ہر دلعزیز تھے چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دولتِ ایمان سے سرفراز ہونے کے بعد اپنے دوست احباب کو بھی اسلام میں شمولیت کی دعوت دی۔ یوں حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے عظیم المرتبت صحابہ کرام نے آپ ہی کی کوششوں سے اسلام قبول فرمایا[4] جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں[5]

---

[1]: محمد حسین ہیکل، محولہ بالا صفحہ ۳۶۔

[2]: ایضاً صفحہ ۳۶-۳۷۔ [3]: ایضاً صفحہ ۳۷ [4]: ایضاً صفحہ ۳۷-۳۸

[5]: عشرہ مبشرہ: وہ دس صحابہ کرام جنہیں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری دی۔

غلاموں کو آزاد کرنا:

امراءِ قریش کے کئی غلام اور لونڈیاں بھی اسلام قبول کر چکی تھیں لیکن ان کے آقا اسلام کے سخت خلاف تھے اور وہ اپنے غلاموں کو سخت قسم کی ایذائیں دیتے اور ان پر بے پناہ ظلم و ستم کرتے، انہیں تپتی ریت پر لٹاتے، گرم گرم پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتے، رسیوں سے جکڑ کر خوب مارتے تاکہ وہ اسلام چھوڑ دیں لیکن ان کے قلوب میں اسلام اور پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ وہ یہ تمام مصائب و مظالم خندہ پیشانی سے سہتے رہے لیکن کلمۂ کفر زباں سے کبھی نہ نکالتے۔

حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی یہ تکالیف برداشت نہ ہو سکیں اور انہوں نے حضرت سیدنا بلال، عامر بن فہیرہ، ام عبیس، زنیرہ، نہدیہ، بنت نہدیہ اور لونڈی بنی مومل (قبیلہ بنو عدی کی ایک شاخ) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خرید کر آزاد کیا۔[1]

ہجرت مدینہ:

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کی ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کا غم و غصہ بھی بڑھتا چلا جارہا تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے پیروکاروں پر عرصۂ حیات مزید تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے اس ظالمانہ سلوک کے پیش نظر پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ تعمیلِ ارشاد میں آہستہ آہستہ مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف جانے لگے جب گنتی کے چند مسلمان مکہ میں رہ گئے اور مشہور صحابۂ کرام میں سے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہی باقی رہے تو قریشِ مکہ نے "دار الندوہ" میں ایک خفیہ اجلاس بلایا اور اس میں نعوذباللہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس سازش کے تحت عرب کے ہر مشہور قبیلے سے ایک ایک نوجوان کا انتخاب کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ رات کی تاریکی میں یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکان کا محاصرہ کریں گے اور صبح جب آپ نماز کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو اس وقت یہ سب اپنی اپنی تلوار سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ آور ہو جائیں گے چونکہ قریش کے تمام قبیلے اس قتل میں شریک ہوں گے اس لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا قبیلہ بنو ہاشم بدلہ نہ لے سکے گا۔[2]

ادھر قریش یہ ناپاک تدبیریں کر رہے تھے اور ادھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کا اہتمام فرما رہا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں روانہ فرما کر قریش کی سازش سے آگاہ فرمایا کہ آج رات اپنے

1: سیرۃ ابن ہشام، اردو ترجمہ احسان الحق سلیمانی، مقبول اکیڈیمی لاہور، صفحہ ۱۷۳

2: قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمت للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، جلد ۱ صفحہ ۱۰۵-۱۰۷

بستر پر نہ سوئیں نیز مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے فوراً بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور اس رازِ ہجرت سے انہیں مطلع فرمایا اور یہ خوش خبری بھی سنائی کہ تم (ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس مبارک سفر میں میرے ہم سفر ہو گے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشی سے رونے لگے۔[1]

قریش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مخالفت وعداوت کے باوجود اپنی امانتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس رکھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ آج رات میرے بستر پر سو جاؤ اور صبح اہلِ مکہ کی امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ چلے آنا۔[2]

ایک تہائی رات گزر چکی تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم باہر نکلے قریش کے نوجوان کاشانۂ نبوت کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے۔[3] سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت فرماتے ہوئے ان لوگوں پر مٹھی بھر خاک پھینکی اور ان کے مجمع سے نکل کر تشریف لے گئے اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی۔[4] حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے وہ پہلے سے ہی تیار بیٹھے تھے۔ دونوں دوست اس عظیم الشان انقلابی سفر پر روانہ ہوئے جو تاریخِ اسلام میں ہجرت کے نام سے معروف ہونے کے علاوہ اسلامی تقویم کا نقطۂ آغاز قرار پایا۔

مکہ مکرمہ سے نکل کر جنوب کی جانب پانچ چھ کلو میٹر کے فاصلے پر کوہِ ثور کی سنگلاخ اور نوکدار چٹانیں عبور کر کے ایک غار کے قریب پہنچے تو یہاں ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے غار میں داخل ہوئے اور اسے صاف کیا۔ اس میں جو سوراخیں تھیں وہ اپنے کپڑے پھاڑ کر بند کر دیں اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی، تشریف لائیں!۔ دشوار گزار پہاڑی راستہ طے کرنے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بہت زیادہ تھک گئے تھے۔ چنانچہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران مبارک پر سرِ اقدس رکھ کر محوِ استراحت ہوئے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار کے تمام سوراخ بند کر دیے تھے لیکن ایک سوراخ اب بھی باقی تھا آپ نے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد کسی چیز نے صدیق اکبر کو کاٹا مگر آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور نہ ہی پاؤں ہٹایا تاکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آرام میں خلل واقع نہ ہو لیکن شدتِ درد سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جو سرورِ عالم وعالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روئے انور پر گرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1]: سیرت ابن ہشام، محولہ بالا صفحہ ۲۷۳

[2]: علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی، علی کامران لاہور ۱۹۸۸ء صفحہ ۵۹۔ [3]: ایضاً

[4]: سیرت ابن ہشام محولہ بالا صفحہ ۲۷۲

نے پوچھا کیا ہوا؟ تو عرض کرنے لگے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، مجھے کسی چیز نے کاٹ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن زخم پر لگادیا، فوراً سب درد جاتا رہا۔[1]

حضرت علامہ سید مناظر احسن گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس سوراخ کو پاؤں کے انگوٹھے سے بند کیا تھا اس میں سانپ تھا اس نے کاٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگادیا تکلیف جاتی رہی اور اب تک صدیقی خاندانوں میں اس کا نشان پایا جاتا ہے"[2]

یہ چاند اور سورج (صدیق و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) دونوں تین روز تک اسی غار میں رہے۔ رات کی تاریکی میں اسماء بنت ابی بکر گھر سے روٹی دے جاتیں۔ عبداللہ بن ابوبکر اہل مکہ کے حالات سے مطلع فرماتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چراتا رہتا رات کے وقت انہیں غار ثور کے دہانے پر لاتا اور تازہ دودھ حضور و صدیق اکبر کی خدمت میں پیش کرتا۔[3] اللہ تبارک وتعالیٰ نے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ ان اللہ معنا فرما کر جس معیتِ الٰہی میں نبی واصل تھے اسی میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شامل کر دیا۔[4]

تین دن غارِ ثور میں گزارنے کے بعد یکم ربیع الاول بروز پیر ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک اونٹنی پر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صدیقِ اکبر بیٹھ گئے اور دوسری پر عبداللہ بن اریقط آگے آگے چل رہے تھے جنہیں سفر کی رہنمائی کے لئے اُجرت پر ساتھ رکھا گیا تھا اور ان کے پیچھے عامر بن فہیرہ سوار تھے۔ یہاں تک کہ یہ مبارک قافلہ ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت بروز پیر ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء قبا پہنچا۔ یہاں پر شمع رسالت کے پروانے جمع ہوگئے۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے رفیق صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیقِ اکبر اس صورت حال کو جان گئے اور حضور کے سر مبارک پر سایہ کرکے کھڑے ہوگئے۔[5]

میرے استادِ کامل، مرشدِ اکمل، قطب الارشاد حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ "اس وقت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے جس کی وجہ سے لوگوں کے لئے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صدیقِ اکبر میں فرق کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ صدیقِ اکبر امتیاز قائم کرنے اور لوگوں کی رہنمائی کے لئے سرورِ عالم وعالمیان صلی اللہ تعالیٰ

1: علامہ نور بخش توکلی، محولہ بالا صفحہ ۵۹ - ۶۰

2: سید مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم، احسن برادرز لاہور ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۱۸۔

3: محمد سلیمان منصور پوری، محولہ بالا صفحہ ۱۰۹-۱۱۰ 4: ایضاً صفحہ ۱۱۰ 5: ایضاً صفحہ ۱۱۶۔

علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر اپنی چادر تان کر کھڑے ہو گئے"

یہاں پر (قبا میں) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چند دن گزارے اور تاریخ اسلام کی پہلی مسجد یہاں پر تعمیر فرمائی[1]۔ پھر ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ قباء سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور نماز جمعہ بنی سالم کے ہاں پڑھ کر اسی روز یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے اور شہر کا نام مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (مدینہ منورہ) پڑ گیا[2]۔

مدینہ منورہ میں علالت

مکہ مکرمہ کی آب وہوا صحرا میں واقع ہونے کے باعث خشک تھی اس کے مقابلے میں مدینہ منورہ کی آب وہوا مرطوب تھی[3]۔ جو مہاجرینِ مکہ کے مزاج کے موافق نہ تھی اور اکثر مہاجرین بیمار پڑ گئے خصوصاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے شدید بخار میں مبتلا ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ جب پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آپ کی یہ کیفیت بیان کی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللھم حبب الینا المدینۃ کمحبتنا مکۃ او اشد (مشکوۃ المصابیح، باب حرم مدینہ)

ترجمہ: اے ہمارے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ کے ساتھ ہماری محبت تھی یا اس سے بھی بڑھ کر۔

بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا مقبول ہوئی سیدنا صدیقِ اکبر صحت یاب ہو گئے اور مدینہ کی آب وہوا مہاجرین کے لئے مکہ سے بھی زیادہ خوش آئند ہو گئی[4]۔

مواخاتِ مدینہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرینِ مکہ اور انصارِ مدینہ کے درمیان محبت واخوت کے رشتے کو مستحکم کرنے کے لئے مواخات قائم فرمائی اور ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برادری حضرت حارثہ بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قائم کی گئی جو مدینہ منورہ کی ایک معزز شخصیت تھے[5]۔

تعمیر مسجد

مدینہ منورہ میں قیام کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنایا

1: نور بخش توکلی محولہ بالا صفحہ ۷۶۔

2: محمد سلیمان منصور پوری، محولہ بالا صفحہ ۱۱۶-۱۲۰۔

3: محمد حسین ہیکل، محولہ بالا ۳۹۔

4: شاہ معین الدین احمد ندوی، سیر الصحابہ، ادارہ اسلامیات لاہور، جلد اصفحہ ۳۰۔ 5: ایضاً صفحہ ۳۱

اس کے لئے جو جگہ منتخب کی گئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، ان کے ولی اور دیگر خویش و اقارب نے وہ جگہ مفت پیش کرنا چاہی لیکن حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یتیموں کا مال لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی قیمت دلوائی۔[1] یوں مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زمین فراہم کرنے کا شرف بھی آپ کو نصیب ہوا۔

غزوات:

مشرکینِ مکہ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مدینہ منورہ میں بھی آرام سے رہنے نہ دیا اور خوں ریز جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا جو آٹھ سال تک جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا اور پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس تمام عرصہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وزیر و مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔[2]

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سرایا اور غزوات کی تعداد اکیاسی بتائی جاتی ہے جس میں ستائیس غزوات تھے۔ بخاری شریف کے بموجب ان کی تعداد سترہ ہے اور بعض نے اکیس بتائی ہے لیکن بقولِ ابن قیم غزوات کبار صرف سات ہیں: بدر، اُحد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور تبوک۔[3]

غزوۂ بدر ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کو ہوئی جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرمایا۔ ستر مشرکینِ مکہ قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان قیدیوں کے قتل کی رائے پیش کی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں طاقت کی بجائے پیار و محبت کے ذریعے زیر کرنے کے لئے فدیہ لے کر آزاد کرنے کی تجویز ظاہر فرمائی جس پر عملدرآمد ہوا اور فدیہ لے کر انہیں رہا گیا۔[4]

غزوۂ اُحد ۱۵ شوال ۳ ہجری کو کفارِ مکہ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان لڑی گئی۔ ابتداء میں مسلمانوں نے اس قدر بہادری اور جوانمردی سے مقابلہ کیا کہ کافر بدحواس ہو کر بھاگنے لگے۔ پہاڑی درے پر متعین مجاہدین یہ صورت حال دیکھ کر نیچے اُتر آئے لیکن مشرکینِ مکہ درہ خالی دیکھ کر وہاں سے حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان اس اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے اور تتر بتر ہونے لگے۔ حملہ میں سوائے چند اولوالعزم صحابۂ کرام کے سب کے پیر اکھڑ گئے۔ ثابت قدم رہنے والوں میں حضرت ابوبکر

---

[1]: شاہ معین الدین احمد ندوی، سیر الصحابہ جلد ۱، صفحہ ۳۲۔

[2]: ایضاً بحوالہ بالا صفحہ ۳۲

[3]: ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی، نور مبین، حسن اختر ایسوی ایشن کراچی ۱۹۹۳ء، صفحہ ۳۲۹۔ [4]: ایضاً صفحہ ۳۲۷

غزوۂ خندق شوال ۵ ہجری میں پیش آئی اور دس ہزار کی خون خوار جماعت مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی۔ اس موقع پر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے گرد خندق کھدوائی اور مختلف مقامات پر اکابر صحابۂ کرام کی رہنمائی میں حفاظت کے لئے مجاہدین کے دستے مقرر فرمائے۔ ایک دستہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت مقرر کیا گیا۔ اس مقام پر بعد میں ایک مسجد بنادی گئی جو "مسجد صدیق" کے نام سے مشہور ہوئی۔[۲]

۷ ہجری میں خیبر پر فوج کشی کے دوران لشکرِ اسلام کے سپہ سالار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے لیکن در حقیقت یہ کارنامہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ رمضان المبارک ۸ ہجری میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دس ہزار جانثاروں کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ مشرکین مکہ اس عظیم الشان لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے اور بغیر جنگ کئے مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ابو قحافہ عثمان بن عامر کو دربار نبوت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر نورِ ایمان سے مشرف فرمایا۔[۳]

فتحِ مکہ کے فوراً بعد شوال ۸ ہجری کو غزوہ حنین[۴] برپا ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار اور کافروں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ معرکۂ کارزار گرم ہوا مسلمانوں کے قدم اوّل ہی سے حملہ میں اکھڑ گئے اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صرف چند مہاجرین و انصار حاضر تھے جن میں حضرت ابوبکر و عمر و علی اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ تھے۔[۵]

غزوۂ تبوک کے لئے ۹ ہجری میں اسلامی لشکر تیار کیا گیا۔ یہ بڑی عسرت اور تنگ حالی کا زمانہ تھا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جہاد کی تیاری کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی۔ تمام صحابہ نے بڑھ چڑھ کر قربانی دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتیاز اس موقع پر بھی قائم رہا اور آپ نے گھر کا سارا اثاثہ لاکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈال دیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟

۱: نور مبین صفحہ ۳۲۳

۲: حبیب الرحمٰن شیروانی، سیرت الصدیق، انشاء پریس لاہور ۱۹۵۹ء، صفحہ ۳۶

۳: شاہ معین الدین محولہ بالا، صفحہ ۳۶ — ایضاً صفحہ ۳۶

۴: حنین مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک وادی کا نام ہے۔

۵: حبیب الرحمٰن شیروانی، محولہ بالا صفحہ ۴۲

عرض کیا ان کے لئے اللہ اور ان کا رسول کافی ہے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ذی الحجہ ۹ ہجری میں مدینہ منورہ سے حج کے لئے تین سو مسلمانوں پر مشتمل ایک قافلہ روانہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیرِ حج مقرر فرما کر اس کے ساتھ بھیجا اور یوں اسلام میں پہلی بار امیرِ حج ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہوا اور اسی سال حج کے موقع پر سورہ برأت کے احکامات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے لوگوں تک پہنچائے۔[2] اور اعلان فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ چنانچہ اس وقت سے لے آج تک کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کر سکا اور نہ آئندہ کر سکے گا۔[3]

ہجرت کے دسویں سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود حج کے لئے تشریف لے گئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں کیونکہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آخری حج تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے[4]۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ناساز ہو گئی اور بخار نے شدت اختیار کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ۲۸ صفر ۱۱ ہجری کو عشاء کی نماز سے آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں امامت کی خدمات انجام دینا شروع کیں اور پیر کے روز پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واصل حق ہوئے[5]۔ یوں آپ نے سترہ نمازیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پڑھائیں۔[6]

خلافت:

سرورِ عالم وعالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمان افراتفری کا شکار ہو گئے جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے محبوب آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے جُدا ہو گئے ہیں تو غم واندوہ سے ان کی حالت غیر ہو گئی۔ اس جانکاہ صدمے نے انہیں نڈھال کر دیا، وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ ان قیامت خیز لمحات میں نہ صرف اپنے اوسان پر قادر رکھنا بلکہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے فرائض انجام دینے کا سہرا بھی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر رہا۔

---

1. شاہ معین الدین محولہ بالا صفحہ ۴۷۔
2. حبیب الرحمٰن شیروانی، محولہ بالا صفحہ ۴۴۔
3. محمد حسین ہیکل، محولہ بالا صفحہ ۵۹۔
4. ایضاً صفحہ ۵۹
5. تاریخ ابن خلدون، اردو ترجمہ، جلد ۱، صفحہ ۲۱۰
6. حبیب الرحمٰن شیروانی، محولہ بالا صفحہ ۴۶-۴۷۔

چنانچہ پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ثقیفہ بنی سعدہ میں جو فتنہ وفساد پیدا ہونے کا شدید خطرہ پیدا ہو چکا تھا، آپ کی بروقت مداخلت، دور اندیشی، اصابت رائے اور فراست سے دور ہو گیا۔ چونکہ اس مجمع میں حضرت ابو بکر صدیق سب سے زیادہ معمر، باا ثر بزرگ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اولین ساتھی، معتمد ترین دوست تھے نیز پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی امامت کے لئے آپ کا تقرر فرما کر کنایتاً مستقبل میں مسلمانوں کی سربراہی کی نشاندہی فرمادی تھی۔ چنانچہ ثقیفہ بنی سعدہ میں آپ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اس انتخاب کو سب نے استحسان کی نگاہ سے دیکھا اور تمام خلقت بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ اس طرح یہ اٹھتا ہوا طوفان وفتنہ رک گیا اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہو گئے۔ [1]

خلافت کے بعد پہلا خطبہ

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے

"صاحبو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری اعانت کرو اور اگر بُرائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو صدق (سچ) امانت ہے اور کذب (جھوٹ) خیانت ہے۔ انشاء اللہ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا نہ دوں۔ اور انشاء اللہ تمہارا اقوی فرد بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق دلا دوں۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اس کو خدا ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔ اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے خدا اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے اگر میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ لیکن جب خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر اطاعت نہیں۔ اچھا اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ خدا تم پر رحم کرے" [2]

خطرات ومشکلات

حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند آراء خلافت ہوتے ہی بے پناہ مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، دوسری طرف مرتدینِ اسلام کی ایک جماعت علمِ بغاوت بلند کئے ہوئے تھی۔ منکرین زکوٰۃ نے علٰحدہ شورش برپا کر رکھی تھی۔ ان دشواریوں کے علاوہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہم بھی درپیش تھی۔ [3]

---

[1]: شاہ معین الدین محولہ بالا صفحہ ۴۱۔

[2]: ندوی معین الدین، محولہ بالا صفحہ ۴۲ [3]: ایضاً صفحہ ۴۴

جیشِ اسامہ کی روانگی:

سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ لشکرِ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلد شام پر جہاد کے لئے روانہ کیا۔ یہ اسلامی لشکر پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود تیار کر کے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ لیکن پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علالت اور وصالِ حسرت آیات کے باعث روانہ نہ ہو سکا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقالِ پر ملال کے ساتھ ہی اکثر قبائلِ عرب اسلام سے پھر گئے اور ہر قبیلے کا سردار اپنا علاقے کا بادشاہ بن بیٹھا اور دوسرا بڑا فتنہ مدعیانِ نبوت کا تھا۔ اور تیسرا گروہ منکرینِ زکوٰۃ کا پیدا ہو گیا تھا۔ ان مشکلات و مصائب کے پیشِ نظر بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ فی الحال اسامہ بن زید کی مہم موقوف کر دی جائے۔ اگر روانگی ضروری ہو تو کسی معمر اور آزمودہ کار شخص کو اس لشکر کا امیر بنا کر بھیجا جائے جب امیر المومنین کو یہ پیغام ملا تو آپ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو نہیں ٹال سکتا اگر مجھے اس امر کا خوف ہو تا کہ مجھے مدینہ میں کوئی درندہ آکر پھاڑ ڈالے گا یا کوئی مجھے لُوٹ لے جائے گا تو بھی میں اُسامہ کو روانہ کرتا۔ کس کے منہ میں دانت ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کرے جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقرر کر جائیں اس کو وہ موقوف کرے۔ میں جب تک اُسامہ کو روانہ نہ کر لوں گا ہر گز ایک لحظہ قرار نہ پاؤں گا۔ الغرض خطرات و مشکلات اور دشواریوں کے باوجود نہ صرف اسلامی لشکر جہاد کے لئے روانہ فرمایا بلکہ ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امارت پر قائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام لشکر کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا اور چالیس دن کے بعد نہایت کامیابی سے واپس لوٹا تو امیر المومنین نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ اسلامی لشکر کی یہ روانگی اور کامیاب واپسی مسلمانوں کے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی اور رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کے دشمن جزیرۂ عرب پر تسلط حاصل کرنے کا جو خواب دیکھ رہے تھے چکنا چور ہو گیا اور ان پر مسلمانوں کا ایسا رعب دبدبہ چھا گیا کہ وہ پھر جم کر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور مسلمانوں کے خوف و دہشت سے ہر میدان میں انہیں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق کی پیارے محبوب کے ساتھ لازوال الفت اور محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور دوسری طرف آپ کی بصیرت اور دور اندیشی کی بین دلیل ہے۔

مدعیانِ نبوت کی سرکوبی

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی بعض مدعیانِ نبوت

پیدا ہو چکے تھے چنانچہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے بعد جب واپس تشریف لائے تو مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام ایک مکتوب بھیجا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ آدھی زمین ہمارے لئے ہے اور آدھی قریش کے لئے لیکن قریش زیادتی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اور بھی بہت سے لوگ مدعیٔ نبوت بن کر میدان میں کود پڑے چنانچہ اسود عنسی نے یمن میں، مسیلمہ بن کذاب نے یمامہ میں، طلیحہ بن خویلد اور عیینہ بن حصن فرازی نے اپنے اپنے علاقوں میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مرد تو مرد عورتوں کے سروں میں بھی نبوت کا سودا سما گیا اور سجاح بنت حارث تمیمیہ نامی ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اپنی قوت بڑھانے کے لئے مسیلمہ کذاب سے شادی رچالی اور دعویٔ نبوت ایک وبائی مرض کی طرح تمام عالم میں پھیل گیا جس کے انسداد کی اشد ضرورت تھی[1]۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ باہمی مشورہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ فرمایا جنہوں نے ان مدعیانِ نبوت کے ساتھ سخت مقابلے کئے اور انہیں جہنم رسید کیا۔ مسلمانوں کی بھی بہت بڑی تعداد نے ان حملوں میں جام شہادت نوش فرمایا لیکن اس فتنہ کا قلع قمع کر دیا۔

مرتدین کی سرکوبی:

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد بہت سے عرب قبائل کے سرداروں نے بھی بغاوت کر دی اور اسلام چھوڑ کر اپنے اپنے علاقے کے بادشاہ بن بیٹھے ان میں نعمان بن منذر بحرین میں، ارلقیط بن مالک نے عمان میں اور کندہ کے علاقے میں متعدد دیگر سرداروں نے علم بغاوت بلند کر دیا[2]۔ چنانچہ امیر المومنین نے مدعیانِ نبوت سے فارغ ہونے کے بعد ان کی سرکوبی کے لئے فوجی مہمات روانہ کر کے انہیں مطیع و فرماں بردار بنایا۔

منکرینِ زکوٰۃ:

اس موقع پر بعض قبائل زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر بیٹھے اور نماز میں کمی کا مطالبہ کرنے لگے اس سلسلے میں ایک وفد امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور مذکورہ مطالبہ پیش کیا لیکن آپ نے فرمایا واللہ اگر یہ زکوٰۃ کی ایک رسی بھی نہیں دیں گے جس سے اونٹ کے پاؤں باندھتے ہیں تو بھی میں ان سے جہاد کروں گا اور پانچ وقت کی نماز میں سے ایک رکعت کی بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اس تشدد کا یہ نتیجہ ہوا کہ منکرینِ زکوٰۃ خود زکوٰۃ لے کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے[3]۔

1: ندوی معین الدین، محولہ بالا صفحہ ۴۵   2: ایضاً صفحہ ۴۶   3: ایضاً صفحہ ۴۷

فتوحات

سرزمین عرب کی سرحد اس وقت کی دو سپر طاقتوں سے شام اور عراق کے مقام پر ملتی تھیں۔ ملک شام پر رومی قابض تھے جبکہ عراق پر ایرانی پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ عربوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے چنانچہ ۶ ہجری میں جب حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شہنشاہِ ایران خسرو پرویز کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے خط بھیجا تو اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نامۂ مبارک پھاڑ دیا اور غضب ناک ہو کر کہا (نعوذ باللہ) "میرا غلام ہو کر مجھے یوں لکھتا ہے"۔[1]

اسی طرح رومی بھی مسلمانوں کے ساتھ سخت عداوت رکھتے تھے۔ چنانچہ ۶ ہجری میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیصر روم (بادشاہ روم) کو دعوت اسلام کا پیغام دے کر واپس آرہے تھے تو شام کے عیسائیوں نے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ جبکہ ۹ ہجری میں رومیوں نے مدینہ منورہ پر فوج کشی کی تیاریاں کیں لیکن حضور سرکارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تدارک کے لئے خود پیش قدمی فرمائی اور مقامِ تبوک تک پہنچ گئے جس سے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ مقابلے میں نہ آسکے تاہم مسلمانوں کو ہمیشہ شامی عربوں اور رومیوں کا خطرہ دامن گیر رہتا تھا لہٰذا ۱۱ھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حفظِ ماتقدم کے خیال سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شام کی مہم پر مامور فرمایا تھا۔[2] حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا پہلا سال زیادہ تر مرتدین کی شورشیں فرو کرنے میں گزرا۔ ان کا قلع قمع کرنے اور اندرونی جھگڑوں سے فراغت پانے کے بعد آپ نے بیرونی دشمنوں سے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں اور قدرتی طور پر بھی عراق و شام پر لڑائی کے اسباب پیدا ہو گئے۔

فتح عراق

ان دنوں ایرانی سلطنت طوائف الملوکی کا شکار ہو گئی تھی۔ عراق کے وہ عربی قبائل جو ایرانی حکومت کا تختۂ مشق رہ چکے تھے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی تاک میں تھے۔ چنانچہ قبیلہ بکر بن وائل کے سردار مثنیٰ بن حارثہ شیبانی اسلام لا کر مسلمانوں کے ساتھ مرتدین کے خلاف جنگوں میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے خلیجِ فارس کے شمال کی طرف ساحل کے ساتھ ساتھ پیش قدمی شروع کی اور دجلہ و فرات کے ڈیلٹائی علاقوں کے عرب قبائل کو اسلامی حکومت کی حمایت اور ایرانی اقتدار کا جوا سر سے اُتار دینے پر آمادہ کر لیا۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایرانی جیسی عظیم سلطنت کا مقابلہ آسان نہیں لہٰذا وہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور بارگاہِ خلافت سے اجازت کے ساتھ ساتھ امداد و اعانت کے طلبگار ہوئے۔ حضرت مثنیٰ بن

---

[1]: ندوی معین الدین، محولہ بالا صفحہ ۵۱

[2]: ایضاً

حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قبیلے کے ساتھ ایرانی سرحد میں گھس گئے۔ امیر المومنین کے حکم پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ عراق روانہ ہو گئے۔ عراق کی سرحد پر حضرت مثنیٰ بن حارثہ نے دو ہزار مجاہدین کے ساتھ آپ کا خیر مقدم کیا۔ مسلمانوں اور ایرانیوں کی سب سے پہلی جھڑپ کاظمہ کے قریب ہوئی جسے جنگِ کاظمہ یا غزوہ ذات السلاسل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں ایرانیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا تاکہ کوئی بھی شخص میدان سے فرار نہ ہو سکے۔ ان کا سپہ سالار ہرمز تھا جس نے مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوتِ مبارزت دی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قتل کر دیا اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ اپنے سپہ سالار کے قتل سے ایرانی ہمت ہار بیٹھے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ اس کے بعد جنگِ مذار میں تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کی خوشی کے ساتھ غنیمت کا پانچواں حصہ بارگاہِ خلافت میں روانہ کیا۔ اس کے بعد پے در پے جنگِ ولجہ، جنگِ الیس، جنگِ میرہ اور جنگِ انبار کے مقابلوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت، بہادری اور جنگی چالوں کا ایسا رعب اور دبدبہ چھا گیا کہ کئی مقامات بغیر جنگ کے ہی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے اور عراق پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔[1]

شام پر حملہ

اسلامی لشکر نے اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے مرتدین پر کامیابیاں حاصل کیں اس سے رومیوں کے دلوں میں بھی خوف و ہراس پیدا ہو گیا اور انہوں نے زور و شور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور شامی سرحد پر حفاظت کی غرض سے متعین اسلامی فوجیوں کے سالار خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارِ خلافت میں اطلاع بھیجی کہ ہرقل سرحدوں پر ایک عظیم الشان فوج جمع کر رہا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابتداءِ خلافت سے ہی اہم جنگی مہمات و مسائل سے واسطہ پڑ چکا تھا جس میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ انہوں نے اکابرین صحابہ کرام کی ایک میٹنگ بلائی جس میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو عبیدہ الجراح رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور کئی دیگر بڑے بڑے مہاجرین و انصار کو بلا کر اس صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ اہلِ عرب کو شامیوں کے متوقع حملوں سے ہر طرح محفوظ رکھا جائے اس غرض سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو تدابیر اختیار کیں انہیں پوری طرح لباس عمل پہنانے نہ پائے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اب آپ لوگوں نے سن لیا ہے کہ

[1]: محمد حسین ہیکل، محولہ بالا صفحہ ۲۸۹ - ۳۲۶

[2]: ایضاً صفحہ ۳۳۰

ہرقل ہمارے مقابلہ کی غرض سے کثیر تعداد میں فوجیں جمع کر رہا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طاقت و جرأت سے کام لینا چاہئے اور رومیوں سے نبرد آزمائی کے لئے زیادہ سے زیادہ فوجیں شام روانہ کرنا چاہئیں۔ اب آپ لوگ مجھے مشورہ دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے"[1]

تمام صحابہؓ کرام نے اس رائے سے اتفاق فرمایا چنانچہ آپ نے شام لشکر کشی کی تیاری کا حکم دیا[2] اور حضرت ابو عبیدہ کو حمص پر حملے کے لئے بھیجا۔ یزید بن ابی سفیان کو دمشق پر، شرجیل بن حسنہ کو اُردن اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فلسطین کی طرف روانہ فرمایا۔ مسلمانوں کی کُل تعداد ستائیس ہزار تھی۔ ان مسلمانوں کو قدم قدم پر رومی دستوں سے لڑنا پڑا اور آخر کار یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام مجاہدین اسلام اکٹھے ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں لیکن رومی لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے مزید کمک کے لئے دربار خلافت سے رابطہ کیا گیا چنانچہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ عراق کی مہم مثنیٰ کے حوالے کر کے خود شام روانہ ہو جائیں چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی فوج کا ایک حصہ لے کر شام کی طرف چل پڑے۔ راستے میں متعدد مقامات پر حضرت خالد بن ولید کو رومیوں سے لڑنا پڑا اور ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے اور انبار و حوران فتح کر کے آپ شام کے اسلامی لشکر سے جا ملے مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی جو "اجنادین" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے لیکن وہ اس قدر بے جگری سے لڑے کہ آخر کار رومیوں کو پسپا ہونا پڑا اور جمادی الاوّل ۱۳ ہجری میں اجنادین مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گیا۔ یہاں سے بڑھ کر اسلامی لشکر نے شام کے دارالخلافہ دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ ابھی جاری تھا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالق حقیقی سے جا ملے۔[3]

متفرق فتوحات

عراق اور شام کے مہمات کے علاوہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان بن ابی العاص کی قیادت میں ایک دُوسرا اسلامی لشکر روانہ فرمایا جس نے توج، مکران اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو زیرِ نگیں کر کے اسلامی مملکت میں شامل کر لیا۔ اسی طرح حضرت علاء بن حضرمی نے زرارہ اور اس کے اطراف پر اسلامی جھنڈہ نصب کر دیا۔ یہاں سے اس قدر مال غنیمت ملا کہ اس میں سے مدینہ کے ہر مرد اور عورت اور آزاد و غلام کو خلیفۂ اول نے ایک ایک دینار تقسیم فرمایا۔[4]

1: محمد حسین ہیکل، محولہ بالا صفحہ ۳۳۱

2: ایضاً صفحہ ۳۳۱

3: ندوی معین الدین محولہ بالا صفحہ ۵۴

4: ایضاً

فضائل و محامد

حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں ان میں سے چند مناقب پیش کیے جاتے ہیں:

ایمان میں سبقت:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تعلقات اعلان نبوت سے پہلے ہی استوار ہو چکے تھے اور اس قدر باہمی محبت و اعتماد کی فضاء پیدا ہو چکی تھی کہ جوں ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحیِ الٰہی نازل ہوئی تو رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کاشانۂ نبوت سے باہر سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلع فرمایا اور ایمان کی دعوت دی جسے آپ نے فوراً قبول فرمالیا۔ اور حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تطبیق کے مطابق عورتوں میں اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بچوں میں حضرت امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔[1]

محرم اسرار نبوت:

ایمان لانے کے بعد آپ کے قلبِ اطہر میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عقیدت اس قدر جاگزیں ہوئی کہ باقی طبعی محبتوں کے تمام نقوش آپ کے آئینہ دل سے محو ہو گئے اور اسی والہانہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بارگاہِ رسالت میں وہ قرب عطا فرمایا کہ آپ محرمِ اسرارِ نبوت کے مقام پر فائز ہو گئے۔ اگر آپ کی مکی زندگی ہجرتِ مبارکہ اور مدنی زندگی پر نگاہ ڈالی جائے تو آپ ہر موقع پر پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ، ہمراز اور دستِ راست نظر آتے ہیں اور رازداری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی راز بھی کبھی افشاء نہ فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کے نکاح کا پیغام دیا جسے سن کر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک چند دن بعد وہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو گئیں تو آپ نے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر فرمایا شاید تمہیں میری خاموشی ناگوار ہوئی ہو گی لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ مبارک سے آگاہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے اس بارے میں مجھ سے مشورہ فرمایا تھا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش نہیں کر سکتا تھا۔[2]

1: سیوطی جلال الدین، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ اقبال الدین احمد، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۳ء صفحہ ۲۵

2: بخاری شریف، کتاب المغازی، باب غزوہ بدر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بے پناہ محبت، گہری عقیدت اور مسلسل رفاقت کے باعث انتہائی درجہ کی ذہنی و قلبی یگانگت حاصل ہو گئی تھی جس نے آپ مزاج شناس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقام مرحمت فرمادیا۔ یہی وجہ ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر اشارے کنایہ میں بھی گفتگو فرماتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تہ تک پہنچ کر حقیقی غرض وغایت پالیتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ اقدس سے چند روز قبل مسجدِ نبوی میں منبر اقدس پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ جب تک چاہے دنیا میں رہے اور دنیا کی آرائش سے جو چاہے حاصل کرے یا اپنے ربّ تعالیٰ سے جا ملے تو اس نے ربّ تعالیٰ سے ملنے کو پسند فرمایا[1]۔ یہ سُن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں[2]۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر بڑے حیران ہوئے اور تعجب کے ساتھ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو کسی بندے کے متعلق ارشاد فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی آرائش یا رب تعالیٰ سے ملنے میں سے ایک کے حصول کا اختیار دیا اور یہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رو رہے ہیں اور کہتے ہیں "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں"[3]۔

دراصل اس ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذاتِ بابرکات کی طرف اشارہ فرمایا تھا اور یہ لطیف رمز مزاج شناس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان گئے اور اس لئے رو پڑے کہ اب عنقریب پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہونے والے ہیں اور اس کے چند دن بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا۔

علم الانساب میں مہارت:

اس دور میں اس علم کی بڑی اہمیت تھی اور جو شخص قبائل کے نام و نسب جانتا اسے معاشرہ میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب میں اس علم کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرات صحابۂ کرام کو ترغیب فرمایا کرتے تھے کہ وہ ابو بکر صدیق سے یہ فن سیکھیں۔ چنانچہ شاعر دربارِ نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جبیر بن مطعم جیسے نساب دانوں نے یہ علم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی سیکھا تھا[4]۔ حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر

1: ترمذی شریف، ابواب المناقب، باب مناقب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 2: ایضاً 3: ایضاً

4: سیر الصحابہ محولہ بالا صفحہ ۷۷

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں چند آیات قرآنیہ، احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیش خدمت ہیں:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ثانی اثنین از هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه (سورہ توبہ ۴۰)

ترجمہ: دو میں سے دوسرے جبکہ وہ دونوں غار (ثور) میں تھے جب وہ فرمار ہے تھے اپنے رفیق سے کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینہ نازل فرمایا۔

اس آیۂ کریمہ میں ہجرت کے موقع پر غارِ ثور کا ذکر ہو رہا ہے۔ مفسرین کرام حضرت علامہ سید محمود آلوسی، حضرت علامہ علاء الدین علی بغدادی، حضرت علامہ نسفی اور دیگر علماء و مفسرین اس آیۂ کریمہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ آیات مبارکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت پر نصِ قطعی ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کسی دوسرے صحابی کی صحابیت اس طرح واضح طور پر قرآن سے ثابت نہیں ہے لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے جو کفر ہے۔ اور اسی پر علماء اہلسنت کا اجماع ہے۔

والذی جاء بالصدق و صدق به اولیك هم المتقون ہ سورہ زمر ۳۳)

ترجمہ: اور وہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔

اس آیہ کریمہ کے ضمن میں بزاز اور ابن عساکر لکھتے ہیں کہ "ایک مرتبہ امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی ابو بکر نے تصدیق کی تو یہ آیت نازل ہوئی"[1]

وسیجنبها الا تقی الذی یوتی ماله یتزکی وما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضی (سورۃ اللیل ۹۲: ۱۷-۲۱)

ترجمہ: اور بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔

مفسرین کرام نے بالاتفاق لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر مسلمان غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کرنا شروع کیا جن پر ان غلاموں کے مالک بہت ظلم وستم ڈھاتے تھے تو آپ کے والدِ گرامی قدر نے ایک روز آپ سے کہا کہ جان پدر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور اور حقیر غلاموں کو مول لے کر آزاد کرتے ہو کاش تم قوی اور کام کے آدمیوں کو آزاد کرتے تو وہ تمہارے کام آتے اور پشت پناہ بنتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر جواب

1: سیوطی جلال الدین، محولہ بالا صفحہ ۵۸

دیا کہ ابا جان! میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں۔ اس پر یہ آیات بالا نازل ہوئیں۔[1]

وشاورهم في الامر (آل عمران ١٥٩)

ترجمہ: اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں۔

یہ آیت کریمہ میں بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی[2]۔ پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے ہوں اور دو وزیر اہل زمین والوں میں سے ہوں، میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین میں سے ابوبکر اور عمر ہیں[3]

پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں[4] اگر میں سوائے اپنے رب کے کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر ہی میرے خلیل ہوتے[5]۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں اس شان سے تشریف فرما ہوئے کہ آپ کے دائیں بائیں ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا روز محشر ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر بارگاہِ الٰہی سے تمہیں رضوان اکبر (سب سے بڑی خوشخبری) عطا ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا کہ رضوان اکبر کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے لئے تجلی عام فرمائے گا اور تمہارے لئے تجلی خاص[6]

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میں نے اس کو ابوبکر کے سینے میں نچوڑ دیا۔[7]

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو تم پر نماز یا روزہ کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں بلکہ ایک باوقار چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینے میں ہے۔[8]

1: حبیب الرحمٰن شیروانی، سیرت الصدیق، گوشہ ادب لاہور ١٩٥٩ء، صفحہ ١٣٠

2: سیوطی جلال الدین، محولہ بالا، صفحہ ٥٨

3: ترمذی شریف، ابواب المناقب۔

4: ایضاً

5: بخاری شریف، باب مناقب ابوبکر

6: سیوطی جلال الدین محولہ بالا، صفحہ ٥٩

7: حبیب الرحمٰن شیروانی، محولہ بالا صفحہ ١٤٤، بحوالہ حاکم

8: حبیب الرحمٰن شیروانی، صفحہ ١٤٥ بحوالہ ریاض النضرہ

آخر الذکر حدیث آپ نے عرفان و مقامِ تصوف کی واضح نشاندہی ہو رہی ہے اس میں آپ کے علمِ لدنی کا بھی ذکر کیا جا رہا ہے۔ یہ علمِ لدنی اہلِ طریقت میں اب تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

اخلاق و عادات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فطرت میں اخلاقِ حسنہ کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسلام سے قبل ایامِ جاہلیت میں بھی صداقت و دیانت، عصمت و عفت شفقت و مروت اور سخاوت و رحم دلی کے جذبات آپ کے قلبِ اطہر میں موجود تھے۔ ایمان لانے کے بعد پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ اقدس میں انہیں مزید جِلا نصیب ہوئی اور اخلاق و کردار کا ایک ایسا پیکر اتم سامنے آیا جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اپنی مثال آپ تھا آپ ارکانِ اسلام کی ادائیگی اور خدمتِ خلق میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ رات کا بیشتر حصہ عباداتِ الٰہی میں گذار دیتے اور دن کو اکثر روزہ رکھتے اور قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تلاوت میں مشغول رہتے اور عبادت کے دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس قدر خشیتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جاتا۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا "آج تم میں سے روزے سے کون ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا میں، آج نماز جنازہ میں کس نے شمولیت کی ہے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں!۔ پھر سرور کونین علیہ السلام نے پوچھا کس نے مسکین کو کھانا دیا ہے اور کس نے مریض کی عیادت کی ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں نے۔[۱] اس حدیث مبارکہ سے آپ کے اخلاق کریمانہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ مقدسہ نہایت درخشاں ہے آپ نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنے مال خرچ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور جس فیاضی اور دریادلی سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر دولت نچھاور کی پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں ان کا اعتراف فرمایا۔ ان من امن الناس علی فی صحبة و ماله ابوبکر۔[۲]

ترجمہ: بے شک لوگوں میں سے صحبت و مال کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا و ما نفعنی مال احد قط ما یفعنی مال ابی بکر۔[۳]

۱: سیر الصحابہ، بحوالہ بالا صفحہ ۹۲

۲: ترمذی شریف، ابواب المناقب: مناقب ابو بکر صدیق

۳: ایضاً

ترجمہ: کسی کے مال میں مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکر کے مال نے۔

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ایمان لائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے۔ انہوں نے یہ تمام دولت راہِ خدا میں صرف کر دی [1]۔ آپ نے سات غلاموں اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد فرمایا جس کا ذکر آپ گذشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں اس طرح ہجرت کے موقع پر آپ نے تمام اثاثہ اپنے پاس رکھ لیا اور بچوں کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو ان غزوات کی تیاری کے لئے بھی آپ کسی سے پیچھے نہ رہے یہاں تک کہ جیش عسرت جو غزوہ تبوک کے لئے تیار کیا گیا اس میں آپ نے گھر کا سارا مال و اسباب لا کر پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا جب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو آپ نے بارگاہِ نبوت میں جو لب کشائی فرمائی اسے شاعرِ مشرق نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خُدا کا رسول بس

زہد و تقویٰ

یوں تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ زہد و تقویٰ کی صفات سے آراستہ تھے لیکن آپ اس وصف میں بھی دیگر صحابۂ کرام سے ممتاز تھے۔ آپ تقویٰ کے اس بلند مقام پر فائز تھے کہ درشت و نا ملائم الفاظ سے بھی ہمیشہ پرہیز فرماتے تھے اگر اتفاقاً کوئی سخت کلمہ زبان سے نکل جاتا تو نہایت ندامت و پشیمانی ہوتی اور جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی چین نہ آتا [2]۔

تواضع و انکساری:

آپ ہر ایک کے ساتھ بے حد تواضع اور مروت کا برتاؤ کرتے اکثر بھیڑ بکریاں خود چراتے اور محلے والوں کی بکریوں کا دودھ دوہتے۔ چنانچہ منصبِ خلافت کے لئے جب ان کا انتخاب ہوا تو سب سے زیادہ محلہ کی ایک لڑکی کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے تاسف آمیز لہجے میں کہا کہ اب ہماری بکریاں کون دوہے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُنا تو فرمایا کہ خدا کی قسم میں بکریاں دوہوں گا امید ہے کہ خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گذاری سے باز نہ رکھے گی [3]۔

جب کوئی فوجی مہم روانہ فرماتے تو بڑھاپے کے باوجود دور تک ان کے ساتھ پیدل چلتے اور ان کی فتح و کامرانی کے لئے دعا فرماتے۔ اگر کوئی فوجی تعظیماً گھوڑے سے اُترنا چاہتا تو اسے روک دیتے نیز جب کوئی آپ

---

[1]: سیر الصحابہ محولہ بالا صفحہ ۹۰

[2]: ندوی معین الدین، محولہ بالا صفحہ ۸۵ [3]: ایضاً صفحہ ۸۸

کے بارے میں تعریفی کلمات ادا کرتا تو فرماتے "اے خدا تو میرا حال مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنی کیفیت ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ خدایا تو ان کے حسنِ ظن سے مجھے بہتر ثابت کر، میرے گناہوں کو بخش دے اور لوگوں کی بے جا تعریف کا مجھ سے مؤاخذہ نہ کر"۔[1]

خدمت خلق:

حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کے معاملہ میں بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ قربِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت آپ کی ذات گرامی قدر میں بھی مخلوقِ خدا پر شفقت اور اس کی خدمت کا ایک مخصوص جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ آپ اگر محلے والوں کا کام کرتے تو دوستوں، رشتہ داروں، ضعیفوں، مسکینوں اور فقیروں کی حاجت روائی میں بھی کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے مدینہ منورہ سے باہر ایک ضعیف و نابینا محتاج عورت رہتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اس کے ہاں اس ارادہ سے جاتے کہ کچھ خدمت کریں مگر جب وہاں پہنچتے تو معلوم ہوتا ہے کوئی اور آدمی ان سے پہلے آکر خدمت کر گیا ہے۔ ایک روز دروازہ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ وقت مقررہ پر وہ شخص آیا تو دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور یہ آپ کی خلافت کا زمانہ تھا۔[2]

خدمات و کارنامے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام زندگی خدمات اور کارناموں سے لبریز ہے، خصوصاً منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے سوا دو برس کی قلیل مدت میں جو کارنامے انجام دیئے، ارتداد اور مدعیانِ نبوت کے فتنوں پر قابو پایا اور ملک میں امن و امان قائم کر کے فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا اس کا حال گذشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں۔ یہاں پر آپ کی چند مزید خدمات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

جمع قرآن

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحیٔ الٰہی کا آغاز غارِ حرا (مکہ مکرمہ) میں چالیس سال کی عمر میں شروع ہوا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک جاری رہا ان تیئیس برسوں میں قرآن کریم مکمل طور پر نازل ہو گیا اس کی صورتوں اور آیات کی ترتیب وغیرہ بھی حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بتا دی تھی بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن مجید یاد تھا، کچھ اسے لکھ لیتے تھے لیکن یہ کتابی صورت میں موجود نہ تھا البتہ کھجور کے پتوں، چمڑے اور پتھروں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا۔ حضرت امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ

1: ندوی معین الدین، محولہ بالا صفحہ ۸۵

2: حبیب الرحمٰن شیروانی، محولہ بالا صفحہ ۱۱۵

یمامہ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حفاظِ قرآن کی ایک کثیر تعداد شامل تھی[1] اور ابھی جہاد کا سلسلہ جاری تھا جو کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا اور آئندہ جنگوں میں حفاظ کثرت سے شہید ہونے لگے تو قرآن پاک بالکل مٹ جائے گا۔ اس لئے اسے ایک جگہ جمع کر لیا جائے۔ اس پر کئی دن تک غور و فکر کرنے کے بعد ایک دن امیر المومنین کی خدمت میں اس خدشے کا اظہار فرمایا تو امیر المومنین فرمانے لگے "میں وہ کام کیونکر کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا"[2]

اس پر دونوں بزرگ صحابہ کرام کے درمیان طویل گفتگو ہوئی جس کے آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے متفق ہو گئے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی تمہیں وحی الٰہی لکھنے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے اس لئے تم قرآن مجید کو تلاش کر کے اسے ایک جگہ جمع کر دو چنانچہ انہوں نے یہ کام کرنے کی حامی بھر لی اور جس شخص کو قرآن کا جس قدر حصہ یاد تھا یا اس کے پاس پتھر چمڑے یا لکڑی وغیرہ پر لکھا ہوا موجود تھا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے لے کر ان متفرق اجزاء کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں یہ اصول بنایا گیا تھا کہ جو آدمی بھی قران کا کوئی حصہ پیش کرتا اس کے ساتھ کوئی گواہ بھی پیش کرتا کہ یہ واقعی کلام الٰہی ہے گویا دو آدمیوں کی شہادت پر اسے قبول کیا جاتا لیکن سورۂ توبہ کی دو آیات اور سورۂ احزاب کی ایک آیت صرف حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملی جن کی اکیلی شہادت کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں کے برابر قرار دیا تھا۔[3]

سورہ توبہ کی آیات:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم

سورہ احزاب کی آیات:

من المومنین رجال صدقوا ما عاھد اللہ علیه فمنھم من قضی نحبه و منھم من ینتظر

الغرض قرآن مجید کو کتابی صورت میں جمع کرنا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت بڑی دینی خدمت اور امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر احسان عظیم ہے۔

حدیث:

فرمان الٰہی کی طرح فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت واشاعت کی طرف امیر المومنین نے

[1-2] : محمد حسین ہیکل، محولہ بالا صفحہ ۳۹۴ [3] : ایضاً صفحہ ۳۹۷

خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ آپ نے اس سلسلے میں نصابِ زکوٰۃ کا مفصل ہدایت نامہ تیار کر کے اس کے نسخے مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرمائے اور حکم دیا کہ اگر کوئی عامل اس نصاب سے زیادہ طلب کرے تو اسے ہرگز نہ دیا جائے۔ احادیثِ مبارکہ میں ایک سو بیالیس روایات آپ سے مروی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی قلتِ روایات کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہت کم عرصہ زندہ رہے اور وہ تھوڑا زمانہ بھی کئی قسم کی مہمات کے طے کرنے میں گذر گیا۔ نیز صحابۂ کرام بھی زندہ تھے جو خود عہد نبوت کے تمام واقعات سے باخبر تھے۔ تابعین بہت کم تھے اور کثرت روایات کا کوئی موقع بھی نہیں تھا۔ باوجود قلت روایات کے اُمہات مسائل میں حضرت ابوبکر صدیق کی روایات سند ہیں [۱]۔

فقہ

علم فقہ کی بنیاد چار نصوصِ شرعیہ (قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع پر ہے) حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان نصوصِ شرعیہ کی درجہ بدرجہ ترتیب اور خصوصاً اجماع کا طریقہ رائج فرمایا۔ مسند دارمی میں ہے "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے، اگر امر متنازعہ فیہ کے متعلق اس میں کوئی حکم ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے ورنہ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اور جب اس سے بھی مطلب براری نہ ہوتی تو مسلمانوں سے سوال کرتے" [۲]

ایک مرتبہ ایک ایسا مقدمہ پیش ہوا جس کے متعلق نہ قرآن میں کوئی تصریح تھی نہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل سے مدد ملتی تھی مجبوراً قیاس سے کام لینا پڑا لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا یہ میری رائے اگر صحیح ہے تو منجانب اللہ ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے ہے۔ میں خدا سے طالب مغفرت ہوں" آپ کے قیاسی مسائل میں سب سے مشہور مسئلہ دادا کی وراثت کا ہے۔

تصوف

تصوف کا حقیقی مقصد صفائے قلب اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی صوفی تھا لیکن امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان اوصافِ عالیہ میں بھی اپنی مثال آپ تھے اور تصوف کے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ایک شاخ آنجناب رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس سے وجود میں آئی جس کے فیوض وبرکات سلسلہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

۱: حبیب الرحمٰن شیروانی، محولہ بالا صفحہ ۱۲۲

۲: مسند دارمی بحوالہ ندوی معین الدین محولہ بالا صفحہ ۸۱

۳: ندوی معین الدین محولہ بالا صفحہ ۸۲

تک درج ذیل واسطوں سے یوں پہنچتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
حضرت شیخ بایزید بسطامی	حضرت خواجہ ابو الحسن فرقانی
حضرت خواجہ ابو علی فارمدی	حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی
حضرت خواجہ عبد الخالق عجدوانی	حضرت شیخ عارف دیوگری
حضرت خواجہ محمود	حضرت خواجہ عزیزاں راعینی
حضرت خواجہ باباسی	حضرت خواجہ سید امیر کلال

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندر حمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین [1]

فوجی نظام :

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب بھی ضرورت پیش آتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر صحابۂ کرام خود بخود ذوق و شوق سے جہاد کے لئے نکل پڑتے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طریقے پر کاربند رہے البتہ اس قدر اضافہ فرمایا کہ جب کوئی فوج کسی مہم پر روانہ فرماتے تو اس کو مختلف دستوں میں تقسیم کر کے ان پر الگ الگ نگران افسر مقرر فرما دیتے چنانچہ شام کی طرف فوج روانہ کرتے ہوئے یہی طریقہ اپنایا گیا یعنی قومی حیثیت سے تمام قبائل کے امیر اور ان کے جھنڈے الگ الگ تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں امیر الامراء (کمانڈر انچیف) کا نیا عہدہ ایجاد کیا اور سب سے پہلے اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور فرمایا۔ [2]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ جنگ میں ہر دستہ کی جگہ اور اس کا کام متعین کر کے اس کے حوالے کر دیا یوں پورا میدان جنگ ایک مربوط نظام کے تحت آجاتا تھا۔ اور یوں دستہ بندی سے رومیوں کی باقاعدہ فوج کے مقابلہ میں بڑی مدد ملی۔ [3]

فوج کی اخلاقی تربیت :

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ جہاد کے افضل ترین مقاصد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے متعین فرما دیے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفاءِ راشدین کی طرف سے

---

[1]: عبد الرحمٰن جامی، نفحات الانس اردو ترجمہ و مقدمہ شمس بریلوی مدینہ پبلشنگ کراچی ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۶

[2]: ندوی معین الدین، محولہ بالا صفحہ ۶۵

[3]: ایضاً

جس قدر معرکے لڑے گئے وہ سب للّٰہیت اور اعلائے کلمۃ اللہ پر مبنی تھے۔ اس مقصدِ عظیم کے لئے جو فوج تیار کی گئی وہ اخلاق و کردار کے حوالے سے بھی دنیا کی تمام فوجوں سے ممتاز تھی۔ امیر المومنین حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فوج کی اخلاقی تربیت کا پورا پورا خیال رکھا اور کوئی بھی مہم روانہ کرنے سے قبل سپہ سالار کو خاص طور پر نصیحت فرماتے چنانچہ ملک شام کی طرف روانہ کئے جانے والے لشکر کے امیر سے یوں مخاطب ہوئے:

"تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں: کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کو کھانے کے سوا بے کار ذبح نہ کرنا، نخلستان یعنی جنگل نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا اور بزدل نہ ہو جانا"[1]

آج کی نام نہاد انسانی حقوق کی علمبردار امریکہ اور مغربی فوجی قوتیں ان ملفوظاتِ مقدسہ کی روشنی میں اپنا جائزہ لیں اور پھر فیصلہ کریں کہ مہذب انسان دوستی کی خدمات کس کا شیوہ رہی ہیں جبکہ غیر مہذب وحشی اور انسان دشمن کہلانے کے حقدار کون ہیں؟

ملکی نظم و نسق:

آپ نے سلطنت کے نظم و نسق کو بہتر طور پر چلانے کے لئے ملک کو متعدد صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا چنانچہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، طائف، صنعا، نجران، حضر موت، بحرین اور دومۃ الجندل علٰحدہ علٰحدہ صوبے تھے۔ ہر صوبے میں ایک عامل (گورنر) ہوتا تھا جو ہر قسم کے فرائض انجام دیتا تھا۔ البتہ دار الخلافہ یعنی مدینہ منورہ میں تقریباً ہر ایک صیغے کے الگ الگ عہدہ دار مقرر کئے گئے تھے۔ عاملوں اور دیگر عہدہ داروں کے انتخاب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ ان لوگوں کو ترجیح دیتے تھے جو عہدِ نبوت میں عامل یا عہدے دار رہ چکے تھے اور ان سے ان ہی مقامات میں کام لیا جاتا تھا جہاں وہ پہلے کام کر چکے تھے۔[2]

کرامات:

اہلسنت کے نزدیک ولی کی کرامت حق ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام اولیاء اللہ تھے اور ان میں حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت کے بلند ترین درجے پر فائز تھے۔ آپ کی چند کرامات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سیدنا صدیق اکبر کی یہ کرامت امام بخاری و مسلم نے ان کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمٰن

---

[1]: ندوی معین الدین محولہ بالا صفحہ ۶۲

[2]: ایضاً صفحہ ۶۰

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تین مہمان آئے اور وہ خود شام کو کھانا کھانے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے کافی رات گزر گئی تو واپس آئے، بیگم صاحبہ نے عرض کیا آپ کو مہمانوں کا خیال نہیں رہا؟ پوچھنے لگے کہ کیا تم نے انہیں شام کا کھانا نہیں کھلایا؟ کہنے لگیں انہوں نے آپ کے آئے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا میں بالکل اب کھانا نہیں کھاؤں گا پھر فرمانے لگے کھاؤ، مہمانوں میں سے ایک فرماتے ہیں اللہ کی قسم جو لقمہ بھی ہم اٹھاتے تو نیچے والا کھانا پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتا، سب سیر ہوئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے کو دیکھا تو پہلے جتنا یا اس سے بھی زیادہ پایا۔ اپنی بیوی سے فرمانے لگے، اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میری آنکھوں کی ٹھنڈک، یہ تو اب پہلے سے بھی تین گنا زیادہ ہو چکا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھایا فرمانے لگے وہ قسم تو شیطان کی کوشش تھی پھر یہ کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے۔ صبح کھانا حضور کی خدمت میں تھا، ان دنوں مسلمانوں اور ایک قوم کے درمیان عہد تھا عرصہ پورا ہو گیا ہم نے بارہ آدمیوں میں بانٹ دیا ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کتنے آدمی تھے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھانا انہیں بھیج دیا اور ان سب نے وہ کھانا کھایا۔[1]

(۲) حضرت عروہ بن زبیر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت صحیحہ میں بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین کے لئے مقام غابہ کے مال سے بیس وسق[2] متعین فرمائے تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد ہوا کہ پیاری بیٹی میری وفات کے بعد آپ کا غنی ہونا مجھے بہت مرغوب ہے اور آپ کا میری وفات کے بعد محتاج ہونا مجھے سخت دشوار ہے میں نے آپ کے لئے بطور عطیہ بیس وسق مقرر کئے تھے اگر آپ وہ مال لے چکی ہوتیں تو بہت اچھا ہوتا مگر اب وہ مال وراثت ہے۔ اب آپ کے ساتھ دو بھائی اور دو بہنیں بھی وراثت میں شریک ہیں۔ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ عرض کرنے لگیں میرے محبوب والد! اگر بے شمار مال ہوتا تب بھی میں اسے چھوڑ دیتی صرف بیس وسق کی کیا بات ہے لیکن میری بہن تو صرف اسماء ہیں یہ دوسری کون ہے؟ جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ جو ماں کے پیٹ میں ہے وہ لڑکی ہے جب وضع حمل ہوا تو وہی ہی تھیں۔[3]

حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں دو کرامتیں ہیں سیدنا صدیق

1: علامہ یوسف نبہانی، جامع الکرامات الاولیاء اردو ترجمہ سید محمد ذاکر شاہ چشتی، مکتبہ جاویدیہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۳۷۶

2: ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے اور ایک صاع چار سیر کے برابر ہوتا ہے۔

3: علامہ یوسف نبہانی محولہ بالا صفحہ ۳۷۷-۳۷۹

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی یہ کہ وہ اس مرض میں وفات فرما جائیں گے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ اب وہ مال وارثوں کا مال ہے۔ دوسری یہ کہ وفات کے بعد ان کی اولاد ہوگی اور وہ بچی ہوگی اس کے ظاہر کرنے کا بھید یہ ہے کہ آپ حضرت صدیقہ کے دل کو مائل و نرم کر رہے تھے کیونکہ دیئے ہوئے مال پر تاحال سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبضہ نہیں فرمایا تھا واپس لے رہے تھے۔ لہذا اب انہیں صرف اپنا حصہ لینا ہوگا اور اس مال میں ان کے دو بھائی اور دو بہنیں بھی حصہ دار ہوں گی اس بات کی دلیل کہ آپ ان کو دل کو مائل فرما رہے تھے اور مقصود استراحتِ قلبی تھی۔ یہ فقرہ ہے کہ اپنی وفات کے بعد میں آپ کو غنی دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ مال کسی اور اجنبی یا دور کے رشتہ دار کو نہیں مل رہا ہے بلکہ آپ کے بھائیوں اور بہنوں کو ہی مل رہا ہے۔ ان فقروں میں بے حد رقت و نرمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے" 1

وفاتِ حسرت آیات

سردی کا موسم تھا، سات جمادی الآخر ۱۳ ہجری کو ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٹھنڈے پانی سے غسل فرمایا جس سے بخار چڑھ آیا اور یہی بخار بالآخر مرض الموت ثابت ہوا اور پندرہ دن تک بخار میں مبتلا رہنے کی بعد ۲۱ جمادی الآخر ۱۳ ہجری ۲۲ اگست ۶۳۴ء پیر کے روز سورج غروب ہونے کے بعد امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بزرگ اور افضل ترین شخصیت خالقِ حقیقی سے جا ملی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں اس طرح دفن کیا گیا کہ سرِ اقدس رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں سے متوازی تھا۔ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد سب لوگ باچشمِ گریاں حجرۂ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باہر نکل آئے اور خلیفۂ رسول کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں چھوڑ آئے۔ زندگی بھر دونوں ساتھ رہے۔ مرنے کے بعد بھی یہ رفاقت ختم نہیں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے محبوب خادم اپنے آقا کے برابر ہی آرام کر رہا ہے 2

ازواج

امیر المومنین سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار شادیاں کی تھیں۔ دو قبل از اسلام اور دو بعد از اسلام حضرت قتیلہ اور ام رومان سے آپ نے قبل از اسلام شادی کی تھی۔ قتیلہ کا تعلق قبیلہ بنی عامر سے تھا جبکہ امِ رومان کا مالک بن کنانہ سے۔ آپ کی یہ دونوں بیویاں بھی دولت ایمان سے مالا مال ہوئیں۔ ہجرتِ مدینہ کے دوران یہ مکہ مکرمہ میں ہی تھیں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ

1: علامہ یوسف نبھانی، محولہ بالا صفحہ ۷۷ ۳ تا ۳۷۹

2: محمد حسین ہیکل، محولہ بالا صفحہ ۴۴۴ - ۴۵۹

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچ گئے تو انہیں بھی وہاں بلا لیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور وقت وفات یہ دونوں بیویاں زندہ تھیں۔[۱]

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں۔ حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں جن کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائف کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انہیں پاؤں میں تیر لگا اور اسی صدمے سے بعد ازاں انتقال کر گئے۔[۲]

حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئیں[۳]۔ حضرت اسماء بنت عمیس سے حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے صاحبزادے تھے جن کا شمار فقہائے سبعہ میں ہوتا ہے[۴]، حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن سے حضرت ام کلثوم پیدا ہوئیں[۵]۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل حضرت عبدالرحمن اور حضرت محمد بن ابوبکر سے آگے چلی جو آج الحمدللہ پورے عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ہے۔

۱-۵ ۔۔ حبیب الرحمن شیروانی، محولہ بالا صفحہ ۱۲۷ - ۱۲۸

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

علامہ اقبال

اک دن رسول پاک نے اصحاب سے کہا — دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمر اٹھے — اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور — بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسولِ امیں کے پاس — ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پوچھا حضور سرورِ عالم نے، اے عمر! — اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟ — مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق — باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا — جس کی بناءِ عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت — ہر چیز جس سے چشم و جہاں میں ہو اعتبار
ملکِ یمین و درہم و دینار، رخت و جنس — اسپِ قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور، چاہیے فکرِ عیال بھی — کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر — اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس — صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس